

قومی زندگی میں زبان کی اہمیت

ڈاکٹر رفیق احمد

[پاکستان اردو اکیڈمی کے سالانہ اجلاس (کراچی ، ۲۲ نومبر ۱۹۶۲ء) میں پڑھا گیا]

زبانیں کس طرح نشو و نما پاتی ہیں اور کس طرح وہ علم و ادب میں اپنا مقام پیدا کرتی ہیں؟ ایک عظیم زبان بننے کے لئے اسے کن صفات کا حامل ہونا چاہئے؟ پاکستان میں اردو زبان کس طرح اعلیٰ مقام حاصل کر سکتی ہے؟ ان سوالات کے جواب میں یہاں میں کچھ عرض کروں گا۔

قومی زبان اور قومی عروج و زوال میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ کیونکہ کوئی قوم اس وقت تک سر بلند نہیں ہو سکتی، جب تک اس میں عظیم مفکر پیدا نہ ہوں اور عظیم مفکر اسی وقت اپنے افکار پیش کر سکتے ہیں جب قومی زبان عظیم افکار کے لئے ذرائع و وسائل یعنی الفاظ و محاورات پیش کر سکے۔ ایک قوم سیاسی عروج حاصل کر سکتی ہے اور سیاسی طاقت کے بل بوتے پر اپنی زبان محکوم و ماتحت علاقوں میں پھیلا سکتی ہے۔ لیکن وہ اسے عظیم نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ زبان کی عظمت فکر کی عظمت سے وابستہ ہے۔ مگر زبان نہ تنہا خیال ہے نہ تنہا اظہار، بلکہ خیال و اظہار کا مجموعہ ہے۔ اسے خیالات تیار شدہ ملنا چاہئیں۔ یہ خیالات کی تعمیر نہیں کرتی۔ البتہ اظہار کی تعمیر کرتی ہے۔ میں اس نکتہ پر اس لئے زور دینا چاہتا ہوں کہ بعض حلقوں میں یہ غلط گمان کارفرما ہے کہ غور و فکر زبان کا محتاج ہے۔ یعنی خیالات اسی حد تک عمیق یا وسیع ہو سکیں گے جس حد تک زبان کا دامن ہوگا۔ لیکن میں پھر کہوں گا کہ خیالات زبان کی سرحدوں کے پابند نہیں ہوتے اور کتنی بار ہمارا شعور خیالات رکھتا ہے لیکن اظہار و بیان کے لئے الفاظ نہیں پاتا۔

یہ عام خیال ہے کہ زبانیں سیاسی اقتدار کے سایہ میں پھلتی اور پھولتی ہیں۔ انگریزی زبان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دنیا کے متفرق علاقوں میں اس کی مقبولیت کا راز گذشتہ چند سو سال میں انگریزوں کا سیاسی اقتدار ہے۔ لیکن میرا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی کی مقبولیت کا راز اس کے علم و ادب میں ہے۔ اسی لئے کارلائل نے کہا تھا کہ خواہ ہندوستان قبضہ میں رہے یا نہ رہے لیکن ہم شیکسپیئر کو نہیں چھوڑ سکتے۔ انگریزوں کا سیاسی اقتدار مرہون منت ہو سکتا ہے انگریزی علم و ادب کا۔ لیکن انگریزی علم و ادب انگریزوں کے سیاسی اقتدار کا مرہون منت نہیں ہے۔ ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ہر جماعت عظمت حاصل کرنے سے پہلے ان شخصیات کو پیدا کرتی ہے جو اس کی ثقافت کے علمبردار ہوتی ہیں۔ تاریخ اس نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ مثلاً یونان اور روم کی عظمت اب ایک پرانی داستان ہے لیکن یونان اور روم کی زبانیں اب تک عظیم مانی جاتی ہیں۔ محض اس لئے کہ ان کے دامن میں انسانی فکر و نظر کے بڑے بڑے جواہر و خزینے محفوظ ہیں۔ یہی صورت عربی کی بھی ہے اور فارسی کی بھی۔ عربوں اور ایرانیوں کی عظمتیں اب صرف کتابوں میں ملتی ہیں کیونکہ ان کے مؤثر سیاسی اقتدار کو گذرے ہوئے صدیاں گذر گئیں لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ آج کی دنیا میں بھی عربی اور فارسی عظیم زبانیں نہیں اور ان کے خزانے فکر و نظر اور تہذیب و ثقافت کی دولت سے مالا مال نہیں؟

اردو کی عظمت کا راز بھی محض اردو بولنے والوں کی سیاسی بلندی اور برتری میں نہیں بلکہ اس کی علمی اور ادبی نشروں میں ہے۔ دنیا میں جمود پیغام ہے زوال کا۔ اردو کو ترقی کی طرف قدم اٹھانا ہوگا۔ اس سلسلے میں ماضی کے علما اور ادبا کافی نہیں ہیں۔ ہمیں مستقبل کے لئے علما اور ادبا پیدا کرنے ہوں گے اور اس کے لئے سب سے پہلے یہ لازمی ہے کہ تراجم کے ذریعہ دیگر زبانوں کے خزینے اردو میں منتقل کیے جائیں تاکہ معلوم ہو کہ ہم عصر اقوام اپنے فکر و نظر میں کس حد تک ترقی کر چکی ہیں اور اب کس رفتار سے ترقی کر رہی ہیں۔ تراجم کے اس خزینے کو ہم اپنی علمی و فکری تخلیق کی بنیاد بنا سکتے ہیں۔ خود عربی میں ایک زمانے میں یونانی زبان کی کتابوں کے

ترجمے ہوئے اور آج دنیا کے کتنے علوم و فنون اپنی ترقی کے لئے عربوں کے تخلیقی فکر کے احسان مند ہیں -

زبان کی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ بحث اور تبادلہٴ خیالات کا ذریعہ بنے - ایک دفعہ یہاں پھر یونانی زبان کی مثال سامنے لانی پڑتی ہے - اس کے دور سر بلندی میں کتنے ہی خطیبوں اور مقررین نے عوام اور خواص کے سامنے خطبوں اور تقریروں کے ذریعہ زبان میں خیالات اور محاورات کا اضافہ کیا - اور نہ صرف اضافہ کیا بلکہ الفاظ میں معانی اور معانی میں تعین اور زندگی و تا بندگی پیدا کی - چنانچہ اس طرح افلاطون اور ارسطو کو فلسفہ اور سائنس کی عمیق اور دقیق گتھیوں کو سلجھانے کے لئے بنے بنائے اور ترشے تراشے الفاظ و محاورات مل گئے - لاطینی زبان کی عظمت بھی سسرو (Cicero) اور دیگر مقررین و خطبا کی منت پذیر ہے، جن کی بدولت ”رومن لا“ وجود میں آسکا، جو آج تمام مغرب کے آئین و قوانین کا سر چشمہ ہے - مختصر یہ کہ اردو کی ترقی کے لئے لازمی ہے کہ یہ بحث، تبادلہٴ خیالات، خطبہ اور تقریر کی زبان بنے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ان کا معیار عامی اور پست نہ ہو علمی و فکری تحقیق و جستجو بھی ہر زبان کی ترقی کے لئے از بس لازمی ہے - درحقیقت کوئی زبان علمی اور عقلی، فکری اور ذہنی تحقیق کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی - اس سے ایک طرف تو علم اور عقل کا دائرہ وسیع ہوتا رہتا ہے اور دوسری طرف زبان روز افزوں مالا مال ہوتی ہے - اگر علمی و فکری تحقیق کا دروازہ بند ہو جائے تو زبان ترقی کے بجائے رو بہ زوال ہونے لگتی ہے - فاتح قومیں بسا اوقات مہم سے پہلے مفتوح قوموں کی زبانوں میں علمی و فکری تحقیق کا دروازہ بند کرتی ہیں -

لیکن زبان کی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ محض خواص کی زبان بن کر نہ رہ جائے - اور اس کا دامن سکڑ کر صرف مشہور اور کتابوں تک ہی محدود نہ ہو بلکہ یہ عوام الناس کی زبان بھی ہو - چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو بازاروں، کھیل کے میدانوں، اسکولوں، کالجوں اور باقی شعبہ ہائے حیات میں بھی رواج پذیر ہو - اور وہ عوام الناس کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ عامی اور رکیمک نہ ہونے پائے - فرانس کے خواص کے علاوہ عوام

بھی فرانسیسی بولتے ہیں لیکن اس زبان کو عامی سطح سے بچانے کے لئے وہاں کی حکومت نے ایک ادارہ قائم کیا ہے جو فرانسیسی زبان کے علم و ادب، معانی و مطالب، حسن و خلوت اور افادیت کو برقرار رکھتا ہے۔ اردو زبان کی حفاظت کے لئے بھی اعلیٰ پیمانے پر ایک ایسے ادارے کا وجود نہایت ضروری ہے۔

مختصر یہ ہے کہ زبان اسی وقت عظیم اور عظیم تر ہو سکتی ہے جب کہ اس میں چند خصوصیات ہوں یعنی :

۱ - یہ تخیلی اور غیر مادی مطالب کا اظہار کر سکے۔

۲ - زمانے کے نئے نئے تقاضوں کے ساتھ تغیر و تبدل قبول کرے اس میں وسعت بھی ہو

۳ - اور عمق بھی - عوامی خیالات بھی پیش کر سکے اور خواص کے خیالات بھی - مزید یہ کہ اپنا دامن عامیت سے کثافت آلود بھی نہ ہونے دے - یعنی یہ محض عامیوں کی زبان ہو کر نہ رہ جائے - دیکھنا یہ ہے کہ کیا اردو ان خصوصیات کی حامل ہے یا نہیں -

اردو دنیا کی اہم زبانوں میں سے سب سے کم عمر زبان ہے۔ اس کی تاریخ محض ڈیڑھ سو سال کی ہے۔ پھر بھی اس کے دامن میں جو خزانے ہیں، وہ قابل قدر اور ہمت افزا ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اسے اب تک کسی سیاسی طاقت کی سرپرستی حاصل نہیں رہی اور اسے بڑے بڑے خازنوں سے گذرنا پڑا ہے۔ اردو بلند افکار و معانی کے اظہار پر خاصی قدرت رکھتی ہے۔ نظم میں بھی اور نثر میں بھی - نظم میں میر، غالب اور اقبال صرف تین کا نام لینا کافی ہے۔ نثر میں موجودہ دور میں مولانا عبدالباری ندوی اور عثمانیہ یونیورسٹی کے میر ولی الدین غیر مادی خیالات کو بڑے حسن و خوبی سے پیش کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اردو ابھی اس معیار بلندی پر نہیں پہنچی کہ مستقبل کے تھیٹیوں کا مقابلہ کر سکے۔ خطرہ ہے کہ اگر اس کی حفاظت و سرپرستی نہ کی گئی تو یہ اپنا موجودہ معیار کھو بیٹھے گی اور اس طرح محض ایک عامی زبان بن کر رہ جائے گی - ایک مکتبہ فکر یہ کہتا ہے کہ اردو حساب اور سائنس کے اعلیٰ علوم کو پیش نہیں کر سکتی اور اس طرح موجودہ زمانہ کے تقاضوں کا ساتھ

لمہیں دے سکتی - اس کے برعکس ایک دوسرا مکتبہٴ فکر یہ کہتا ہے کہ جس زبان کو عربی اور فارسی جیسی ہمہ گیر زبانوں کی معاونت حاصل ہو وہ دنیا کے ہر علم کو اپنے اندر سمیٹ سکتی ہے۔

آخر میں یہ عرض کروں گا کہ بحیثیت قوم ہماری صلاحیتیں اس وقت تک مشک بند رہیں گی جب تک ہم غیر ملکی زبانوں میں اپنا مافی الضمیر پیش کرتے رہیں گے۔